قسط نمبر (۱۰)

ہندو تہذیب اور مسلمان

از: ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ اسلامیہ نئی دہلی

جنم اشٹمی

جنم اشٹمی کے بارے میں روایت ہے کہ اس رات کو کنھیا پیدا ہوئے تھے۔ ہر سال اسی رات کو ہندو، کنھیا کی مورتی باہر نکالتے ہیں اور ایک پاک وصاف مقام پر جس کو دولتمند لوگ فرش وفروش سے آراستہ پیراستہ کرتے ہیں۔ اور مفلس لوگ جس کی دیواروں کو گائے کے گوبر سے لیپ کر پوتتے ہیں، ایک لکڑی کے تخت کے اوپر اس کو رکھتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق قسم قسم کی مٹھائیاں خربوزہ کے بیج شکر میں بھون کر بالخصوص کانسے یا پیتل کے برتن میں رکھ کر اس بت کے سامنے رکھتے ہیں۔ پھر عورت اور مرد دونوں رات بھر کنھیا کی مدح میں کچھ کلام بڑی خوش الحانی اور جوش وخروش کے ساتھ گاتے ہیں اور رقص بھی کرتے ہیں اور کنس کا مجسمہ بناتے ہیں اور ایک میدان میں ماموں اور بھانجے کے بیچ ایک عظیم جنگ کا منظر اور کنس کے قتل ہونے کا منظر پیش کرتے ہیں۔ اور ہر سال کنھیا کے ہاتھوں کنس موت کی تمثیل پیش کی جاتی ہے۔[1]

مسلمان بھی جنم اشٹمی کا تہوار مناتے تھے۔ مرزا قتیل کا بیان ہے۔

---

[1] ہفت تماشا۔ ص ۵۸-۵۹، ہندو تہواروں کی اصلیت۔ ص ۷۶-۷۷

"بعض مسلمان بھی اس مقررہ دن کنس کا مجسمہ بنا کر اس کے پیٹ کو چاک کرتے ہیں، اور جو شہد اس میں پہلے سے بھر دیتے ہیں، اسے اس کا خون سمجھ کر پیتے ہیں"[1]

ان تہواروں کے علاوہ مسلمان کچھ دوسرے بھی جشن مناتے تھے۔ جن کی بنیاد ہندو مذہب اور ان کے عقائد پر تھی۔ مثلاً

فاتحہ خواجہ خضر

مسلمان خواجہ خضرؑ کی سوانح اور ان کے قصہ کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں[2] جب کہ ہندو راجہ خضر[3] کے نام سے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اور ان کے سلسلہ میں ہندوؤں کی بھی ایک دیومالا بن گئی ہے۔ ہندوستان میں خواجہ خضر یا راجہ خضر کو پانی کا خدا یا دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں اس جشن کی ابتدا کب ہوئی اور کیوں کر ہوئی اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مگر طباطبائی کے ایک بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوانہ جشن سراج الدولہ[4] کے عہد میں مسلم سماج میں رائج ہوا۔ اس نے لکھا ہے:

---

[1] ہفت تماشا، ص ۸۷ [2] برائے تفصیل ملاحظہ ہو THE ENCYCLO PAEDIA OF ISLAM (LONDON 1924) VOL 1, PP. 861-865, A GLOSSARY OF PANJAB TRIBES AND CASTES (LAHORE 1919) 1, PP. 562-565 — CROOKE: POPULAR RELIGION AND FOLKLORE OF NORTHERN INDIA (LONDON 1896)

[3] شمالی ہندوستان میں خواجہ خضر کئی ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔ مثلاً خواجہ خاصہ، دارمند، دومند، زندہ پیر، پیر بتیل

[4] برائے حالات ملاحظہ ہو۔ سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۲، ص ۲۵۵ - ۲۶۹، ۳۰۰ - ۳۰۱ مفتاح التواریخ ص ۳۳۷ - ۳۴۶ چہار گلزار شجاعی (قلمی) ص ۲۲ الف - ۲۲ ب ۱۷۱ ب تا ۱۷۲

"سراج الدولہ احمق بھی اس علت کا بانی ہوا۔ اتنی بڑی کشتی، جس پر صدہا سوار اور مملہ روشنی اس پر مامور تھے کہ ہزاروں کشتیاں روشن کریں۔ اور چمن ہائے روشنی دریا میں چھوڑیں ـــ تمام رات یہی تماشہ رہا۔ اس کے مطیع لوگوں نے اس سبب اس کو اپنالیا۔"

مبارک الدولہ پسر چہارم، میر محمد جعفر خاں[1] بھی، حالانکہ اس کی شان و شوکت کا چہارم حصہ بھی باقی نہ رہا تھا، اس جشن میں ہر سال پندرہ ہزار روپے صرف کیا کرتا تھا۔[2] یہ جشن اس طرح منایا جاتا تھا کہ ایام بارش میں کاغذ کی کشتیاں بنائی جاتی تھیں۔ ان کے تلے میں امرود اور کیلے کے پودے آویزاں ہوتے تھے۔ ان میں چراغ روشن کرکے انہیں دریا میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس موقع پر سقوں میں مالیدہ تقسیم کیا جاتا تھا تاکہ وہ لوگ خواجہ خضر کی فاتحہ کریں۔

بنگال، دہلی، لکھنؤ، اور پنجاب میں یہ تہوار عام طور پر منایا جاتا تھا۔ اس بات سے قیاس ہوتا ہے کہ شمالی ہندوستان کے دوسرے مسلم آبادی کے علاقوں میں بھی اس جشن کی رسمیں ادا ہوتی ہوں گی۔ بیگم میر حسن علی نے لکھنؤ کے متعلق لکھا ہے کہ بگل اور ڈھول بجا کر اور حاضرین کے شور و غل کے ساتھ ان کشتیوں کو گومتی ندی میں چھوڑا جاتا تھا۔ پہلے ان کشتیوں کو بڑی اچھی طرح دیا باتی سے روشن کیا جاتا تھا اور پھر بہاؤ کی طرف بہا دیا جاتا تھا۔ جب وہ تھوڑی دور نکل جاتی تھیں تو ناظرین اس منظر کی دل کشی سے محظوظ ہوتے تھے۔[3] علاوہ ازیں لکھنؤ کی مخلوق

---

[1] یہ وہی غدار میر محمد جعفر خاں تھا جو انگریزوں سے مل گیا تھا اور اپنے آقا کی بکسر میں شکست کا باعث ہوا تھا۔ لہذا بعد ازیں وہ انگریزوں کی مدد سے بنگال کی مسند پر بیٹھا تھا۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ سیر المتاخرین۔ ج ۲۔ ص ۲۹۶ - ۲۹۹

[2] سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۵۱۷، نیز

HEBER: NARATIVE OF A JOURNEY I, P 125, 129

[3] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ OBSERVATION ETC: I, P. 290.

"حضرت الیاس کی کشتی" کا بھی جشن مناتی تھی ہو غالباً حضرت خضر کی کشتی کی تقلید میں شروع ہوا تھا۔[1]

دہلی کے سقّہ خواجہ خضر کی فاتحہ کرتے تھے

خضرآباد (یہ گاؤں اسی نام سے آج بھی موجود ہے) کے قریب دریائے جمنا کے کنارے ایک گنبد تھا (غالباً یہ گنبد منہدم ہو چکا ہے) جہاں یہ لوگ بھادوں کے مہینے میں جمع ہوتے تھے۔ گھاس پھوس کی کشتیاں بنا کر جمنا میں چھوڑا کرتے تھے۔ اور دلیہ پکا کر فقیروں میں تقسیم کیا کرتے تھے[2] مختصر یہ کہ شمالی ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جشن مروج تھا۔[3]

جھروکہ درشن اور جشن تلادان

ہندوؤں کی تقلید میں بادشاہان مغلیہ نے جھروکہ درشن اور تلادان کی رسموں کو اپنایا تھا۔ اور اکبر بادشاہ نے ان رسموں کو رائج کیا تھا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے:

"کورنش کے بعد صبح کو قبلۂ عالم پردے سے باہر برآمد ہو کر ہر خاص و عام کو شرف دیدار سے بہرہ اندوز فرماتے ہیں، اور ہر طبقے کا آرزومند بلا چوب داروں کی ممانعت اور چاؤشوں کی دورباش کے خداوند مجازی کے دیدار سے سعادت اندوز ہوتا ہے۔ اس شرف دیدکو عام میں درشن کہتے ہیں۔"[4]

---

[1] برائے تفصیل ملاحظہ ہو: OBSERVATION ETC: 1, PP. 289-90. QANOON-I-ISLAM. PP. 136, 137

[2] تاریخ چہار گلشن محمد شاہی (قلمی) ص ۳۶ الف - ۳۷ ب

[3] تقویۃ الایمان - از مولانا اسمٰعیل شہید، نول کشور ۱۸۸۸ء) ص ۴۳

[4] آئین اکبری (اردو ترجمہ) ج ۱، ح ۱، ص ۲۹۹ (آئین ۷)

اس کا دور رس نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر بادشاہ کی ہندو رعیت کا ایک ایسا پیشہ ور طبقہ وجود میں آگیا جو بادشاہ کے درشن کے بہانہ تو کچھ کھاتا پیتا تھا اور نہ کوئی کام کاج ہی شروع کرتا تھا[1]۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہدوں میں بھی اس دستور پر پوری طرح عمل ہوتا رہا اور وہ فرقہ (جو درشنیہ کہلانے لگا تھا) ان بادشاہوں کی طرف بھی اکبر بادشاہ کی طرح پہلی سی عقیدت کا مظاہرہ کرتا رہا[2]۔ ۱۶۵۷ء میں علالت کی وجہ سے جب شاہ جہاں جھروکہ میں ظاہر نہ ہوا تو ملک میں بدامنی پھیلنے کے آثار نمودار ہوگئے اور شہزادوں نے جنگ تخت نشینی کی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ کیوں کہ عوام کا خیال تھا کہ بادشاہ رحلت فرماگئے۔ مگر آخرکار جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو لوگوں کو اپنے زندہ ہونے کا یقین دلانے کے لئے وہ جھروکہ پر آیا[3]۔ اورنگ زیب نے اس رسم کو اس وجہ سے کالعدم کردیا کہ وہ ہندوؤں کی تقلید میں تھی اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ خافی خاں کا بیان ہے:۔

"جھروکہ درشن مقرر بود کہ بادشاہاں با وجود عارضہ بدنی برای انتشار خبر سلامتی روز یک دفعہ دگاہ دو دفعہ در وقت معین در آں جھروکہ مشرف بر دریائے جمنا اکبر آباد و شاہ جہاں آباد ساختہ بودند، سر از جھروکہ برمی آوردند۔ سوائے امرائے مجرائی آں وقت چندیں لک آدم از زن و مرد ہمہ قوم پائی جھروکہ فراہم آمدہ دعا و ثنا بجا می آوردند و بسیاری از قوم

---

[1] خافی خاں (فارسی) ج ۲۔ ص ۲۱۳ SHARMA (SRI RAM) RELIGIOUS POLICY OF THE MUGHALS P. 43

[2] PURCHAS HIS PILGRIMES, VOL. IV. P. 327, III, P. 45 TUZUK-I JAHANGIRI

[3] HISTORY OF AURANGZEB, I, P. P. 302-03.

گلدستہ منشی چندر بھان (فارسی) ص ۴ الف

ہندو بودند۔ بدرسنی مشہور یعنی تا صورت بادشاہ در پائی، جھروکہ درسن نمی دیدند ہیچ چیز از ماکولات در دہن نمی انداختند... از جملہ ممنوعات ونامشروع دانستہ درپای جھروکہ نشستن موقوف نمودند کلمہ منع فراہم آمدن آں انبوہ عام فرمودند" [1]

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد پھر سے اس رسم کا احیاء ہوا اور ۱۸۵۷ء تک اس پر عمل ہوتا رہا۔ ہر طبقے کے افراد جھروکہ کے نیچے جمع ہوکر بادشاہوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ جہاندار شاہ اور محمد شاہ بادشاہ وقت معینہ پر جھروکہ پر ظاہر ہوتے تھے[2]

وزن مقدس[3] تلادان کے زیر عنوان ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کے وزن کی تفصیل ان الفاظ میں درج کی ہے۔

"عظم وشان کو برقرار رکھنے اور بینوا تہی دست اشخاص کو عطیہ و بخشش سے فیض یاب فرمانے کی غرض سے جہاں پناہ کو تولنے کی رسم سال میں دو مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ اور ہر قسم کی جنس اور اشیاء ترازو میں رکھی جاتی ہیں۔ اول: یکم آبان کو جہاں پناہ کی شمسی سالگرہ کا روز ہے۔

اس مرتبہ قبلۂ عالم مندرجہ ذیل بارہ چیزوں میں بارہ دفعہ تولے جاتے ہیں، سونا،

---

[1] منتخب اللباب (فارسی) ج ۲۔ ص ۲۱۳

[2] معاصر شواہد کے لئے ملاحظہ ہو صحیفۂ اقبال (قلمی) ۳۵ الف، واقعات شاہ عالم (ق) ص ۱۸۱ الف چہار گلزار شجاعی (ق) ۲۸۱، احوال الخواقین ص ۱۲۵ ب، واقعات غلام قادر (قلمی) ص ۱۵ الف ـــــ یہ بات بڑی اہم ہے کہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے سپاہی لال قلعہ کے پاس آکر جھروکہ کے نیچے جمع ہوئے تھے اور بہادر شاہ ظفر نے ان سے خطاب کیا تھا۔

[3] شاہان مغلیہ میں ہمایوں پہلا بادشاہ تھا جس نے اس ضابطہ اور دستور پر عمل کیا تھا۔ ملاحظہ ہو قانون ہمایونی۔ ص ۷۲

چاندی، ابریشم، خوشبو، تانبا، روح توتیا، گھی، لوہا، دودھ، چاول، سات قسم کا اناج اور نمک۔ وزن میں تقدیم و تاخر اُن اشیا کی قیمت پر منحصر ہے، جو شے زیادہ گران قیمت ہے۔ وہ وزن میں کم قیمت شے سے اول تولی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ جہاں پناہ کی عمر گرامی کا جو سال ہوتا ہے اسی تعداد میں بکرے، بکریاں، اور مرغیاں مفلس اشخاص کو (جو ان جانوروں کو پالتے اور ان کی نسل بڑھا کر فائدہ اٹھاتے ہیں) دی جاتی ہیں۔ اور بے شمار پرندے قفس سے اڑا دیئے جاتے ہیں۔

دوم پانچویں رجب کو (جو جہاں پناہ کی قمری سال گرہ کا روز ہے) قبلۂ عالم آٹھ چیزوں میں جدا جدا تولے جاتے ہیں

"چاندی، رانگ، سیسہ، میوہ، پارچہ، شیرینی، رودغن، کنجد، سبزی"

اسی طرح شہزادوں کو بھی ان کی سال گرہ کے دن تولا جاتا تھا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے :-

"شاہزادگان بلند اقبال اور ان کے فرزندان سعادت مند سال میں ایک بار یعنی شمسی سالگرہ کے روز تولے جاتے ہیں۔"

"شاہزادگان کی یہ رسم دو برس کے سن سے شروع ہوتی ہے۔ اور پہلی مرتبہ وہ صرف ایک ہی چیز سے تولے جاتے ہیں۔ ہر سال ایک شے کا اضافہ ہوتا رہتا ہے"

جوان ہونے کے بعد سات یا آٹھ اشیا میں تولنے تک کی نوبت آتی تھی۔ مگر بارہ سے زائد چیزوں میں کبھی نہیں تولے جاتے تھے[1]

---

[1] آئین اکبری (اردو ترجمہ) ج ۱، ح ۱، ص ۴۰۰ - ۴۰۱ (آئین ۱۸)

جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانے میں بھی کچھ تصرفات کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا۔[1] اورنگ زیب نے بھی اپنے دور حکومت کے ابتدائی کچھ سالوں تک اس پر عمل کیا۔ برنیر کا بیان ہے۔

"مجھے یاد ہے کہ یہ دیکھ کر کہ اورنگ زیب کا وزن سال گذشتہ کی نسبت ایک سیر زیادہ ہے۔ تمام دربار نے نہایت ہی مسرت ظاہر کی"[2]

لیکن ۱۶۶۷ء میں اس نے تلادان کی رسم کو بند کر دیا۔[3] مگر کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے لڑکوں اور پوتے، محمد عظیم کو مشورہ دیا تھا کہ ارواح خبیثہ سے تحفظ کے لئے وہ سال میں دو بار مختلف دھاتوں سے اپنے آپ کو تلوایا کریں۔[4]

---

[1] معاصر شواہد کے لئے ملاحظہ ہو۔

PURCHAS HIS PILGRIMES VOL, IV, P.P. 352, 405-6, IBID VOL, III, P. 49, EARLY TRAVELS: P: 119; ROES EMBASSY: P.P. 378-80, DELLA VALLE: P. 459, MANRIQUE, II, PP. 200-204 DE-LAET. PP. 102-101, MANDELSLO P42: TUZUK-I-JAHANGIRI (E.T.) I, 78, 115, 160, 183 BADSHAH NAMA. P. 243

ایک مرتبہ جہانگیر نے خرم (شاہ جہاں) کی علالت کے موقع پر اس کی قمری سالگرہ پر اس کا وزن مقرر ضابطہ کے مطابق کروایا تھا۔

TUZUK-I-JAHAGIRI: (E.T) I, P-115

[2] وقائع سیر و سیاحت برنیر (اردو ترجمہ) ج ۲۔ ص ۲۹۲

[3] THE RELIGIOUS POLICY OF THE MUGHALS: P. 107

[4] HISTORY OF AURANGZIB III, PP. 85-86.

ان اشیا رکومن سے بادشاہ یا شاہزادہ کو تولا جاتا تھا، برہمنوں فقیروں اور دیگر مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا[1] اور بعض مرتبہ درباریوں کو بھی کچھ حصہ دے دیا جاتا تھا[2]

اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں نے اس رسم پر پھر سے عمل کرنا شروع کر دیا تھا[3]۔ برنیر کے[4] ایک بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سالگرہ کے موقع پر امرا بھی تولے جاتے تھے[5]

جشن تخت نشینی

ہمایوں بادشاہ نے تخت نشینی کی سالگرہ منانے اور اس دن اعلیٰ پیمانے پر جشن منعقد کرنے کی رسم کو رائج کیا[6] اس کے عہد میں یہ جشن سات دنوں تک منایا جاتا تھا۔ اس جشن میں سرکاری ملازم اور سپاہی پیشہ حصہ لیتے تھے۔ بازار اور مخصوص مقامات خوب سجائے جاتے تھے۔ تمام ملک میں آتش بازی چھوڑائی جاتی تھی اور بڑی دھوم دھام سے جشن منایا جاتا تھا[7] اس دن تیراندازی کا مقابلہ بھی ہوتا تھا۔ اور کامیاب لوگوں کو

---

[1] آئین اکبری (اردو ترجمہ) ج ۱، ح ۱۔ ص ۴۰۰

[2] منتخب التواریخ۔ ج ۲۔ ص ۸۴۔ تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) ج ۱، ص ۷۸، ۱۱۳۔ بادشاہ نامہ (لاہوری) ص ۲۴۴۔۲۴۳ ڈی لیٹ (انگریزی) ص ۱۰۱-۱۰۲

[3] دستور الانشاء (جان محمد) قلمی۔ ص ۲۶۔ الف و ب۔

[4] وقائع سیر و سیاحت برنیر (اردو ترجمہ) ج ۲۔ ص ۲۹۲

[5] قانون ہمایونی ص ۱۹ - ۲۰

[6] OVINGTON : PP 178-79

انعام دیئے جاتے تھے [1]۔ امیروں کو جاگیریں مرحمت ہوتیں اور غربا و مساکین کو روپے پیسے دیئے جاتے۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد کے اکیسویں سال اس جشن کو بند کر دیا تھا۔

اورنگ زیب کے جانشینوں کے عہد میں اس رسم کا احیا رہا۔ اور بہادر شاہ ظفر کے عہد تک جاری رہی [2]

آتش اور چراغ کا احترام

چونکہ ہندوؤں میں آگ اور چراغ کے احترام کی رسم قدیم زمانہ سے چلی آ رہی تھی اور آج بھی جاری و ساری ہے اکبر بادشاہ نے اس کو بھی اپنا لیا تھا۔ ابوالفضل کا بیان ہے —

قبلۂ عالم آتش کی تنظیم اور چراغ کی نگہداشت میں بھی خاص اہتمام فرماتے ہیں۔ اور آتش ہو یا چراغ، تمام روشن چیزوں کو آفتاب عالم تاب کے حسن کا پرتو خیال فرماتے ہیں [3]

اکبر کی تقلید میں مسلمان امراء بھی آگ اور روشنی کا احترام کرتے ہوں گے اور عام ہندوستانی مسلمان تو بہرحال کرتے ہی تھے۔ کیوں کہ یہ بات ان کو ورثہ میں ملی تھی۔

(باقی)

---

[1] TRAVELS IN INDIA IN THE 17TH CENTURY PP. 305-7 OVINGTON: PP 178-179

[2] ملاحظہ ہو۔ بزم آخر۔ ص ۳۷-۴۰۔ نادرات شاہی صفحہ ۴۸، ۸۶، ۸۱، ۱۱۶، ۸۳، ۸۲، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۲۶

[3] آئین اکبری (اردو ترجمہ) ج ۱- ح ۱- ص ۲۹۴